یاد رفتگان

آخری قسط

حافظ محمد ابراہیم حقانی فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ

سیرِ بوستاں

شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوری قدس سرہ

خصائل وخصوصیات | آپ کو اللہ تعالیٰ نے جن اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا اس کا احاطہ تو مشکل ہے۔ کیونکہ آپ کی قدآور شخصیت ہر لحاظ سے ہمہ جہت تھی۔ صرف چند خصوصیات کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ ع

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

عشق رسول ﷺ | حدیث شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس او کما قال۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی محبت حضرت سید المرسلین کے ساتھ تمام کائنات سے زیادہ ہو۔ ہمارے حضرت الشیخ قدس سرہ اس معاملے میں بالکل اسی حدیث پر عمل پیرا رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی والہانہ محبت اور ذات قدسی کے ساتھ آپ کا عاشقانہ تعلق رہا۔ فرماتے کہ :۔

جس سال ہم حج بیت اللہ شریف کے لئے گئے تھے تو جب ہم زیارت روضۂ اطہر کے لئے جاتے۔ وہاں پر علمائے نجد ہمیں زیارت سے روکتے اور کہتے کہ آپ تو حج کے لئے آئے ہیں۔ زیارت کے لئے نہ جائیں۔ ہم ان کی باتوں کو ان سنی کر دیتے فرماتے کہ ے

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

اور ے کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

فرماتے ہیں کہ مسئلہ زیارت النبی ﷺ کے لئے سفر میں جمہور اہلسنت اور امام ابن تیمیہ و شیخ ابو محمد الجوینی کے درمیان اختلاف ہے ان کے نزدیک زیارت النبی ﷺ کے لئے سفر کرنا حرام ہے اور لا تشد الرحال الحدیث اپنے لئے بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔ جب کہ جمہور اہل سنت کی طرف سے علامہ سبکی۔ قاضی شوکانی۔ قاضی عیاض اور محدث کشمیری نے ان کے مستدل سے جواب دیا ہے فرمایا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ جب مدینہ منورہ سے رخصت ہو رہے تھے تو مواجہ شریف میں جا کر عرض کرتے ع

بسفر می روم چہ فرمائی

روضۂ اقدس سے جواب ملتا۔ بسلامت روی و باز آئی۔

کئی بار آپ نے اس طرح کیا۔ آخری بار جب آپ نے عرض کیا تو روضۂ اقدس سے جواب نہیں ملا۔ آپ سمجھ گئے کہ اس کے بعد مجھے یہ سعادت نصیب نہ ہوگی۔

فرماتے ہم تو عاشق ہیں۔ ہمارا ان سوالات و جوابات سے کیا کام۔ سلف صالحین اور خلف ماہرین فی الدین سے متواتر سفر برائے زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے۔ پھر پر جوش والہانہ انداز میں فرماتے ع

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار

شغف بالقرآن جس شخص نے زندگی کے پورے اسٹھ سال قرآن اور تفسیر قرآن میں گذارے ہوں۔ اس سے زیادہ انہماک فی القرآن اور شغف بالقرآن اور کیا ہو سکتا ہے۔ دورۂ تفسیر کے اختتام پر طلبہ کو منجملہ اور نصائح کے یہ بھی فرماتے کہ طالب علمو! جاؤ اور اپنے اپنے مواضعات اور شہروں کی غیر آباد مساجد کو قرآن اور ترجمہ و تفسیر قرآن سے آباد کرو۔ تاکہ ان غیر آباد مساجد سے توحید کے عطر بیز زمزمے اور قال اللہ اور قال الرسول کے دل آویز نغمے گونج اٹھے آپ رزق کی طرف سے بالکل بے فکر رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ خود لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔ خداوند قدوس جب کافر و ملحد و زندیق اور دہریوں کو رزق دیتا ہے تو وہ شخص جو اس کی کتاب کی خدمت کرے اسے لوگوں تک پہنچائے اس کی غیرت یہ کس طرح برداشت کر سکتی ہے کہ وہ تلاش معاش میں سرگردان و پریشان رہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

اے کریمی کہ از خزانۂ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

پھر فرمایا کہ قرآن کریم کی اس آیت کا ورد بلاناغہ کریں۔ ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدرا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رزق و آسائش کے دروازے اور آرام و راحت کے مخفی خزانے کھول دے گا۔ اور اس چیز کا مشاہدہ بچشم خود ہم نے حضرت الشیخ کے ہاں کیا۔ کہ بظاہر کسی قسم کے اسباب مہیا نہیں۔ لیکن آپ بالکل فارغ البال ہیں۔ اسی شغف بالقرآن کو دیکھ کر حضرت الشیخ کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ آپ فنا فی القرآن تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ تصوف میں فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کے جو اصطلاحات رائج ہیں۔ اگر شیخ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس میں فنا فی القرآن کا اضافہ ناگزیر ہے اور اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں اس بات میں حق بجانب ہوں کہ آپ اپنے نامۂ اعمال کے بجائے قرآن پیش کریں گے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ،

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ نے جب اپنی تفسیر مکمل کی تو ایک شاعر کے شعر میں ترمیم کرتے ہوئے فرمایا کہ ؎

روز محشر ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل[1]

جیسا کہ پہلے تمہید میں عرض کر چکا ہوں کہ اس سال جس سال بندہ خود دورۂ تفسیر میں شریک تھا۔ آپ ختم دورۂ تفسیر سے دو دن قبل سخت بیمار ہوئے۔ لیکن پھر اختتامی تقریب میں انتہائی ضعف اور کمزوری کے عالم میں شرکت فرمائی اور ساتھ ساتھ آخری تین سورتوں کی تفسیر بھی خود بیان کی۔ گذشتہ رمضان المبارک سے قبل پھر آپ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا تھا۔ اور قرین قیاس یہ بات تھی کہ اب رمضان شریف آنے والا ہے اور آپ کی صحت انتہائی مخدوش ہے۔ شاید اس سال آپ دورۂ تفسیر نہیں پڑھائیں گے۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب پندرہ شعبان کو آپ نے حسب معمول دورۂ تفسیر کا آغاز کیا۔ اور ۲۴ رمضان المبارک کو بخیر وخوبی اس کی اختتامی تقریب ہوئی۔ یہ حضرت الشیخ کا آخری اور الوداعی دورۂ تفسیر تھا۔ اور اس کے تقریباً تین مہینے بعد آپ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا۔

اے کہ دل از فکر آں می سوخت ہیم ہجر بود
آخر از بے مہری گردوں یاں ہم ساختیم

فرماتے۔ کہ ہماری دنیا اور اس کے بکھیڑوں سے کیا تعلق۔ اہل دنیا جانے اور ان کا کام آپ دیکھتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی ہر شخص اپنے کام میں مصروف عمل ہو جاتا ہے جو زراعت پیشہ ہے۔ وہ کھیت کی طرف جو ملازم ہے وہ دفتر کی طرف جو مزدور ہے وہ اپنی مزدوری کے لئے الغرض ہر شخص اپنے مقرر کردہ وظیفہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کے لئے تگ و تاز کرتا ہے لیکن ہمارا وظیفہ تو یہی قرآن ہے۔ پھر یہ شعر سنایا

علی الصباح چوں مردم بکار و بار روند
بلا کشانِ محبت بسوئے یار روند

ہم تو بلا کشانِ محبت ہیں۔ ہماری محبت قرآن کے ساتھ ہے اس کے ساتھ ہمارا جینا اور ہمارا مرنا ہے

جی میں آتا ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے اور ہم تمہارے سامنے

فقیری | آپ انتہائی فقیر منش اور درویش طبع انسان تھے۔ قرآن و ترجمہ قرآن اور حدیث یار کے ساتھ آپ کا شغل

---

[1] یہ شعر حاجی محمد جان قدسی المتوفی ۱۰۵۰ھ کا ہے اصل شعر یوں ہے

روز محشر ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل

قدسی ندانم چوں شود سودائے بازار جزا
او نقد آمرزش بکف من جنس عصیاں در بغل

(فغانی)

رہا- انتہائی پرکیف اور وجد آگیں انداز میں فرماتے ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الّا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک پرکیف وپر لذت دینا عالم قناعت کی عشرت طرازیوں سے لطف اندوز ہوتے فرماتے۔ کہ اگر ان دنیا داروں کو ہماری لذت اندوزیوں اور فقیری میں شہنشاہی کا علم ہوجائے تو یہ لوگ رشک وحسد کی آگ میں جل جائیں گے۔ اور ہم سے اس لذت کے چھیننے کی از بس کوشش کریں گے لیکن ہم انہیں یہ کہتے ہیں ؎

شالِ زربفت تمہیں مبارک ہولے دولتمندو
ہم کو کملی میں دوشالے کا مزا ملتا ہے

کبھی کبھی اپنے مخصوص انداز میں فرماتے کہ مولانائے روم نے کیا خوب کہا ہے ؎

اہلِ دنیا کافرانِ مطلق اند
روز و شب در لق لق و در بق بق اند

دراصل حضرت الشیخ جیسی عظیم ہستیوں اور نابغۂ روزگار شخصیتوں کو ملک نیم شب کی لذت آشنائیوں نے دنیوی جاہ وجلال اور ظاہری حسن وجمال سے بیگانہ کر دیا تھا جیسا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کو ملک سنجر کے بادشاہ نے صوبہ نیمروز کے حاصلات ان کے لنگر کے لئے وقف کرنے کی درخواست کی۔ تو آپ نے اس کی درخواست کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ اور درخواست کے دوسری طرف آپ نے یہ قطعہ لکھا ؎

چوں چترِ سنجری رخِ بختم سیاہ باد
در در دل اگر بود ہوس ملکِ سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب
من ملکِ نیم روز بیک جو نمی خرم

مہماں نوازی | حضرت الشیخ قدس سرہ میں دیگر اوصافِ حمیدہ کے علاوہ یہ صفت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ عالم اسلام کے نامور مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ شیخ الاسلام حضرت سیدنا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"ضیافت مہمان نوازی اور اطعام طعام ان کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ پھر مہمانوں کے ساتھ وہ جس تواضع اور انکساری اور جس اعزاز واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے اس کو دیکھ کر قدیم عرب شاعر کا یہ شعر بے اختیار یاد آتا تھا ؎

وانی لعبد الضیف ما دام نازلاً
وما شیمۃ لی غیرھا تشبہ العبدا

"میں مہمان کا غلام ہوں۔ جب تک وہ میرے گھر میں مہمان رہے اور زندگی کا یہی ایک موقعہ ہے جس میں میں غلام معلوم ہوتا ہوں"۔

ہمارے حضرت الشیخ ان الفاظ کے صحیح مصداق اور مظہر اتم تھے۔ بندہ نے بچشم خود حضرت الشیخ کے ہاں یہ مشاہدہ کیا ہے کہ روزانہ اوسطاً بیس پچیس مہمان آتے ہیں اور حضرت بہ نفس نفیس ان کی خدمت اور تواضع میں مصروف ہیں پورے اکسٹھ برس تک دورۂ تفسیر کے دوران آپ کی مسجد میں جو طلبا رہائش پذیر ہوئے ان کی تعداد جتنی بھی ہوتی خواہ سو یا اسی۔ آپ کے گھر سے ان کے لئے افطاری اور سحری کا انتظام ہوتا۔

ایک دفعہ راقم اپنے گھر زروبی (جو کہ شاہ منصور سے تقریباً ۲ کلومیٹر جانب شمال واقع ہے) میں دوپہر کے کھانے کے بعد اکوڑہ خٹک آرہا تھا۔ راستے میں خیال آیا کہ حضرت الشیخ کی زیارت اور ملاقات سے شرف یاب ہو جاؤں چونکہ فاصلہ تھوڑا تھا۔ اس لئے راستے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہوئی۔ اس وقت دوپہر کے تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے میں نے حضرت الشیخ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ کے دونوں صاحبزادگان مولانا نور الہادی اور برادرم فیض الباری صاحبان گھر میں موجود نہ تھے۔ گھر سے ایک لڑکا آیا۔ میں نے کہا کہ اگر حضرت الشیخ محو استراحت نہ ہوں تو بندہ ان کے ساتھ ملاقات کا خواہشمند ہے اور ساتھ ساتھ لڑکے کو اپنا نام بھی بتایا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خود تشریف لائے اور ہاتھ میں پانی کا لوٹا ہے۔ مجھے بیٹھک میں بٹھایا اور گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد آئے اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت کے پاس مجمع (ٹرے) ہے اور اس چھوٹے لڑکے کے پاس روٹی کا خوان ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ حضرت میں گاؤں سے کھانا کھا کر آیا ہوں۔ لیکن حضرت کے اصرار کے سامنے مجال انکار نہ تھی۔ پھر آپ نے بندہ کے ساتھ اکٹھا کھانا تناول فرمایا۔ اپنے دل میں اس وقت آنے پر از حد شرمندہ ہوا۔

فیاضی: فیاض ازل نے آپ کو جیسا قناعت پسند اور سیر چشم دل عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح آپ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الید العلیا خیر من الید السفلی کے مصداق تھے۔ اگر کوئی عالم یا طالب علم آپ کی ملاقات اور زیارت کے لئے جاتا۔ تو اس کو نقدی کی صورت میں ضرور کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ جو کچھ آپ دیتے ہزار کوشش کے باوجود اس کو واپس لینے پر آمادہ نہ ہوتے۔ فرماتے! یہ آپ کا کرایہ ہے۔ آپ دور سے آئے ہیں۔ ابو الطیب متنبی اپنے ممدوح مغیث بن علی بن بشر عجلی کے بارے میں کہتا ہے۔

عمر العدو اذا لاقاہ فی رھج اقل من عمر ما یحوی اذا وھبا
توقہ فاذا ما شئت تبلوہ فکن معادیہ اوکن لہ نشبا

وكلما لقي الدينار صاحبه ۔۔۔ في ملكه افترقا من قبل يصطحبا

مالٌ كأن غراب البين يرقبه ۔۔۔ فكلما قيل هذا مجتدٍ نعبا

ترجمہ: "دشمن ہے جب وہ غبار جنگ میں اس کے سامنے آجاتا ہے۔ اس کے سائل سے جب وہ بخشنے لگے کمتر ہوتی ہے۔ اے مخاطب تو اس کی دشمنی سے بچ۔ اگر تو آزمانا چاہتا ہے اس کو۔ تو یا اس کا دشمن بن جا یا مال۔ اور جب اس کی ملکیت میں ایک دینار دوسرے سے آملتا ہے۔ تو وہ قبل اس کے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم صحبت ہوں۔ متفرق ہو جاتے ہیں اس کا مال ایسا ہے کہ گویا جدائی کا کوّا اس کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ سو جب کہا جائے کہ یہ سائل ہے تو وہ کوا بول پڑتا ہے"

درحقیقت ہمارے شیخ کا مال دنیا کے ساتھ ایسا ہی معاملہ تھا اور الحمد للہ آج ان کے صاحبزادگان اپنے جلیل القدر والد صاحبؒ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور اپنے عظیم والد کی تابندہ روایات کو زندہ رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔

توکل | حضرت الشیخ کو اللہ نے جس وصف سے بدرجہ اتم متصف فرمایا تھا وہ توکل تھا۔ اور ایسا توکل و استغنا جو کہ اصحاب عزیمت ہی کا خاصہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کسی دلیل وحجت کی ضرورت نہیں بلکہ جس شخص نے آپ کی درویشانہ زندگی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس پر آپ کی یہ صفت نمایاں انداز میں آشکارا ہوگئی ہے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کے برادر محترم مولانا عبدالباقی مرحوم نے آپ کو زمین کے بارے میں کچھ کہا کہ اس کو اجارہ یا مزارعت پر دے دیں گے تو آپ نے فرمایا کہ ہم اس زمین کو ختم کریں گے تاکہ ہمارا کوئی ظاہری سہارا نہ رہے۔

فرمایا۔ کہ زمانہ طالب علمی ہمارے پاس کچھ رقم جمع ہوگئی تھی۔ والد صاحب کا سایہ تو سر سے اٹھ چکا تھا۔ ہاں بڑے بھائی حیات تھے اور وہ بھی طالب علم۔ بعض احباب نے مشورہ دیا کہ اس رقم سے آپ زمین رہن لے لیں کیونکہ آپ طالب علم ہیں کسب معاش کے لئے فارغ نہیں۔ اور اس زمین سے آپ کا کام چلے گا۔ رہن کا اس لئے کہتے کہ اس وقت ہمارے علاقے میں یہ دستور تھا کہ زمین بیع قطعی طور پر فروخت نہیں کی جاتی تھی۔ مگر ہم انتفاع بالمرہونہ کی حرمت کی وجہ سے یہ اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ مگر احباب کی بار بار ترغیب کی وجہ سے ہم نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ بڑے بھائی دیوبند چلے جائیں وہاں چونکہ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری چاروں مذاہب کے ماہر ہیں اگر ان مذاہب میں سے کسی بھی مذہب میں انتفاع بالمرہونہ جائز ہو تو پھر احباب کی دلجوئی کی خاطر ہم یہ کام کریں گے۔

شاہ صاحب نے بھائی صاحب کو فتویٰ دیا کہ انتفاع بالمرہونہ بلا جازت اور بلا اجازت دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔ کبھی کبھی درس میں آپ اس واقعہ کا ذکر فرماتے۔ سورہ بقرہ میں فرہٰنٌ مقبوضہ میں رہن پر بحث کے دوران۔ اور اس موقعہ پر صاحب شرح وقایہ پر عجیب انداز میں رد فرمایا کرتے۔ فرماتے، کہ وہ کہتے ہیں کہ با جازت

مرتہن انتفاع بالمرہونہ جائز ہے۔ آپ کہتے کہ یہ غلط ہے کیونکہ آپ ﷺ کا قول کل قرض جر نفعا فہو ربا کے منافی ہے۔

آپ نے طویل تدریسی زندگی گزاری۔ اور اس دوران ہم نے بظاہر ایسا کوئی سبب معلوم نہیں کیا جو کہ آپ کے لئے ذریعہ آمدنی ہو۔ اور نہ کسی متمول ملک کے ساتھ آپ کے کسی قسم کے روابط تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا نورالہادی صاحب اپنے والد صاحب اور طلبہ کی خدمت میں کوشاں رہتے۔ اگر آپ چاہتے تو اپنے لئے اور اپنے صاحبزادوں کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے درویشانہ زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے الفقر فخری پر کاربند رہے۔

سازِ عشق آپ چونکہ بحر ذخار معرفت کے غواص وادیٔ سلوک اور کوچۂ تصوف کے راہی تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل دردمند اور جگر پرسوز سے نوازا تھا۔ آپ کا قلب سوز و سازِ عشق سے معمور اور ذوق و شوق سے مخمور تھا۔ موقعہ بموقعہ اپنی اس قلبی کیفیت کا اظہار دل گداز اور دلنشیں اشعار کی صورت میں فرماتے۔

ایک دفعہ بندہ خود ان کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ آپ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ اس دن آپ کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ آپ بھی خاموش اور ہم بھی ساکت۔ مجھے ان کے صاحبزادے مولانا نورالہادی نے اشارہ کیا کہ آپ "جی" کے ساتھ کچھ مشغول ہو جائیں۔ میں نے پہلے تو لیت و لعل سے کام لیا۔ پھر خود دل میں خیال آیا کہ آپ سے کچھ مستفید ہوں میں نے عرض کیا۔ حضرت آپ کو تکلیف نہ ہو تو مجھے محمد علی حزیں کے اس شعر کا مطلب سمجھا دیں۔ آپ نے فرمایا پڑھو۔ کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا ؎

شادم کہ از رقیباں دامن فشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

آپ نے فرمایا دوبارہ پڑھو۔ میں نے دوبارہ پڑھا۔ پہلے تو آپ تکیہ سے ٹیک لگائے تشریف فرما تھے، پھر بیٹھ گئے۔ چہرے کی رنگت بدل گئی۔ آنکھوں سے آنسو کا سیلاب امڈ آیا۔ بات کرنا چاہتے تھے لیکن آنسو کی وجہ سے آواز گلوگیر ہو جاتی۔ دل میں سوچا کہ میں نے تو آپ سے اس کا مطلب اس لئے پوچھا تھا کہ آپ کچھ فرمائیں اور اس طرح رنگِ محفل جم جائے۔ لیکن کیا خبر تھی کہ آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوگی۔

پھر فرمایا کہ اگر اس کے اور اشعار آپ کو یاد ہوں تو وہ پڑھیں، میں نے عرض کیا ؎

اے وائے بر اسیرے کز یاد رفتہ باشد — در دام بستہ باشد صیاد رفتہ باشد
آوازِ تیشہ امشب از بے ستوں نیاید — گویا بخوابِ شیریں فرہاد رفتہ باشد
شادم کہ از رقیباں دامن فشاں گذشتی — گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

کچھ دیر کے لئے آپ ان اشعار کو دہراتے اور عجیب کیفیت سے مخمور تھے۔ پھر جب آپ کی یہ حالت سنبھل گئی تو فرمایا۔ کہ اہلِ دل اور اہلِ ذوق کمال کرتے ہیں۔ بس یہی تمہید باندھی۔ کہ اتنے میں کچھ مہمان آپ کی ملاقات کے لئے حاضر

ہوئے اور یوں ہم آپ کی گوہر افشانیوں سے محروم ہوئے۔

مذاق شاعری ملکہ شعر انسان کی اندرونی کیفیات و احساسات کا ترجمان ہوتا ہے۔ اظہار کا اعلیٰ ذریعہ اور ذوق و وجدان کی تسکین کے لئے بہترین سامان ہے۔

عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی قدس سرہ اپنے اشعار کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

یہ مرے اشعار یہ ضربات قلب بے قرار
ہیں میرے وجدان حسن و عشق کے آئینہ دار
شاعری ہے میری تنہائی کا ایک شغل لطیف
اپنی بزم دل کا خود ساقی ہوں خود ہوں میگسار
جب ہوا کچھ کیف دل میں پڑھ لئے دو چار شعر
پھر بقدر ذوق ان کو پڑھ لیا دو چار بار

ہمارے حضرت الشیخ کو خداوند قدوس نے شعر و شاعری سخن سنجی اور سخن فہمی کا بہترین نفیس لطیف اور اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا۔ فارسی اور پشتو کے قادر الکلام شاعر تھے اور اس کے علاوہ دیگر شعراء کے ہزارہا اشعار آپ کی نوک زبان تھے بموقع ومناسبت سے والہانہ ترنم کے ساتھ ان اشعار کو سناتے۔ خود بھی اس میں محو ہو جاتے۔ اور دوسروں پر بھی اپنے ساتھ اس نئی دنیا کی سیر کراتے۔

ایک دفعہ دوران درس جب کہ اس دن آپ کی طبیعت ناساز تھی ایک طالب علم نے آپ سے شعر کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا کہ :-

کیف یأتی النظم لی والقافیہ
بعد ما ضاعت اصول العافیہ

تو اس شعر کا آپ کا مطالبہ بھی پورا کیا اور اپنا عذر بھی بیان فرمایا جیسا کہ میں نے عرض کیا آپ کو ہزارہا اشعار یاد تھے کثرت سے جن اشعار کا ذکر کرتے اس میں بھی مجھے انتخاب مشکل ہے البتہ بطور مشت نمونہ خروار۔ یہ چند اشعار جو کہ آپ کے شعری ذوق کے آئینہ دار ہیں۔ قارئین کی نذر ہیں۔

اپنی تسہیل ترمذی کے بارے میں فرماتے ہیں :-

طبع شد تسہیل ترمذی شریف
مختصر تطبیق بروجہ لطیف
منتہی را علم گرداند مزید
منتہی در منتہا سازد شدید
علم او منقول از اسلاف شد
زاں سبب مقبول در احناف شد

تسہیل ترمذی میں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

از برائے تو اے جگر گفتم
یا بر گرش کہ مختصر گفتم
بجوانان ناجح کابل
بتضرع دعا کنم کامل
بہمہ طالبان جملہ سلام
گوید آں خادم القرآں مدام

علاوہ ازیں دیگر شعراء کے کلام میں سے اکثر یہ شعر وردِ زبان ہوتے ؎

؎ ابتدار سازم بنام پاک آں بے ابتدار ۔۔ در رہِ ادراک او ہر عقل را عجز انتہار
؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد ۔۔ روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد
؎ چوں رفت از دست خم و جام ساقی ۔۔ بما جز غم نماندہ ہیچ باقی
؎ ترا دنیا چناں در قید کردہ ۔۔ کہ مرغِ جانت ایں جا صید کردہ
؎ دمادم مے کشد چوں اژدہائے ۔۔ کہ دیگر مے نیابی زور ہائے
؎ ما قصۂ دارا و سکندر نخواندہ ایم ۔۔ از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس
؎ ہنگام تنگ دستی در عیش کوش ہستی ۔۔ کہ کیمیائے ہستی قارون کند گدا را
آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است ۔۔ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
؎ کے بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کنم ۔۔ گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم
؎ کس نداند کہ منزل گہہ آں یار کجاست ۔۔ ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید
؎ در بند ایں مباش کہ مضمون نماندہ است ۔۔ صد سال مے تواں سخن از زلف یار گفت
؎ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ۔۔ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
؎ عمر تو مانند ہمیان زر است ۔۔ روز و شب مانند دینار اشمر است
؎ اطلس عمرش بمقراضِ شہور ۔۔ پارہ پارہ کرد خیاط غرور
؎ نیم نانے گر خورد مردِ خدا ۔۔ بذلِ درویشاں کند نیمے دگر
؎ بر آستانِ تو غوغائے عاشقاں چہ عجب ۔۔ کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد
خوش است بادۂ رنگین و صحبتِ جاناں ۔۔ مدام حافظ بیدل دریں ہوس باشد
؎ عمر دنیا چند روزے بیش نیست ۔۔ غافل است آنکس کہ دور اندیش نیست
؎ ہمچو صوفی در لباسِ صوف باش ۔۔ از صفت ہائے خدا موصوف باش
؎ در غربت اگر مرگ رسد در بدن من ۔۔ آیا کہ کند گور کہ دوزد کفن من
تابوت مرا سوائے بلندی بگذارید ۔۔ شاید کہ رسد بوئے وطن در بدنِ من
؎ خدایا ناسپاسی نیست لیکن ۔۔ ندانم ہجر تا کے صبر تا چند
؎ بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات ۔۔ با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد
گر کند آہنگ ظلمے بادشاہ ۔۔ سودمند نہ بود درا گنج و سپاہ

؎ از ستم ہرکو دلے را ریش کرد　　آں جراحت بر وجودِ خویش کرد

؎ بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن　　اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

؎ صبح صادق مرہم کافور دارد در بغل　　گر علاجِ زخمِ عصیاں مے کنی بیدار باش

؎ بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید　　کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

؎ غرض نقشے ست کزما یاد ماند　　کہ ہستی را نمی بینم بقائے

؎ نوشتہ بماند سیاہ بر سفید　　نویسندہ را نیست فردا امید

؎ دنیاست باغ کہنہ وانساں چوں نو گلند　　ہریک نہ شاخِ عمر کند باغباں جدا

بسیار خفتہ اند دریں خاک سیم تن　　شاہانِ عروس بسے از جہاں جُدا

؎ عباراتُنا شتّٰی وحُسنُکَ واحدٌ　　وکُلٌّ اِلٰی ذاکَ الجمالِ یشیرُ

؎ لقد شرقت شموس الہدی فی وجوہہم　　وقدرہم فی الناس لایزال یعتلی

؎ صحاح حدیث المصطفٰی وحسانہ　　شفاء عجیب فلیزل منہ داءکم

؎ فقد اسمعت لونا دیت حیًّا　　ولکن لاحیات لمن انادی

؎ یغشون بینہم المودة والوفا　　وقلوبہم محشورة لعقارب

؎ الارض تحیٰی اذا ما عاش عالمہا　　متی یمت عالم منہا لمیت طرف

؎ تجلّی تری ذات کا سو بسو ہے　　جدھر دیکھتا ہوں ادہر تو ہی تو ہے

؎ شالِ زریفت تمہیں مبارک ہوائے دولتمند　　ہم کو کملی ہیں دو شالے کا مزا ملتا ہے

احترامِ اساتذہ اپنے اساتذہ کرام اور مشائخ کے ساتھ آپ کی انتہائی محبت تھی بلکہ یہ محبت اپنے شیخ فی التفسیر مولانا حسین علی صاحب اور شیخ فی الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتوی کے ساتھ عقیدت تک پہنچ گئی تھی ؎

قسم خدا کی محبت نہیں عقیدت ہے
دیارِ دل میں بہت احترام ہے تیرا

آپ کا معمول یہ تھا کہ جب درس شروع کرتے تو ابتدا میں درود شریف اور اختتام پر دعا فرماتے اور اس میں ضرور اپنے اساتذہ اور مشائخ کا ذکر کرتے فرماتے کہ ہمیں جو فیض پہنچا ہے وہ انہی حضرات اور نفوس قدسیہ کی مرہونِ منت ہے اور ان کا ہم پر اتنا عظیم احسان ہے کہ اگر ہم تمام عمر ان کی خدمت گزاری کے لئے وقف کرتے تو بھی ہم ان کا حق ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اب جب کہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے اور ان کی خدمت نہیں کر سکتے تو ان کے رفع درجات کے لئے دست بدعا رہیں گے۔

طلبہ کے ساتھ شفقت | آپ ایک شفیق و مشفق شیخ اور طلبہ کے ساتھ محبت اور محنت سے پڑھاتے ۔ طلبہ کے سوالات کے جوابات انتہائی نرمی اور خندہ پیشانی سے دیا کرتے ۔ اور ان کو خوش کرنے کے لئے ہلکا پھلکا مزاح بھی فرماتے ۔ ایک بار درس قرآن کے ضمن میں فرمایا کہ آج کل بعض طلبہ بھی نسوار کے عادی ہیں ۔ منہ کو گندگی کے محل میں تبدیل کرتے ہیں ۔ اس پر ایک حاجی صاحب ، جو درس قرآن میں شریک ہوتے تھے نے بھی نسوار کے بارے میں طلبہ کے حق میں کچھ سخت قسم کے الفاظ استعمال کئے ۔ اس پر حضرت الشیخ بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ حاجی صاحب ، طلبہ تو میرے بچے ہیں اور باپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی سرزنش کرے ۔ آپ کو طلبہ کی سرزنش کا حق کس نے دیا ہے ؟

عوام الناس سے اجتناب | تزکیہ نفس کے لئے اصطلاح تصوف میں ان چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے ۔ قلت کلام ، قلت منام ، قلت طعام اور قلت اختلاط مع الانام ۔ حضرت شیخ میں ہم نے ان چاروں صفات کا مشاہدہ کیا ۔ آپ ہمیشہ کے لئے عوام الناس سے کنارہ کش رہتے ۔ اور ان کے ساتھ زیادہ میل جول اور اختلاط کو روحانی ترقیات و فیوضات کے لئے ازحد مضر سمجھتے ۔ فرمایا کرتے کہ طلبہ کی وجہ سے میرا تعلق عوام الناس سے آگیا ہے ۔ اگر یہ طلبہ نہ ہوتے تو میں ان کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کرتا ۔

فرمایا کہ حدیث "العین حق" کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ عین صالح اور عین فاجر دونوں تاثیر کرتی ہیں ۔ اول میں صلاح کی تاثیر کرتی ہیں ۔ اول میں صلاح کی تاثیر موجود ہے اور دوسری میں فسق و فجور کی ۔ فرمایا ، کہ یہ تاثیر متجاوز ہوتی ہے اچھے اور صالح آدمی کی نظر کی وجہ سے بچوں میں صلاح اور فاسق و فاجر آدمی کی نظر کی وجہ سے فسق و فجور کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ۔

اخلاق عالیہ | آپ خود بھی اخلاقِ عالیہ کے پیکر تھے اور طلبہ کو بھی خوش اخلاقی اور عالی ظرفی کی ترغیب دیتے اس آیت کریمہ کے ضمن میں ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک میں فرمایا کہ یہاں پر خداوند کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی کی تعریف فرماتے ہیں ۔

چھوٹا ہو یا بڑا ، ہر ایک کے ساتھ آپ کا یکساں سلوک ہوتا ۔ اگر شدت بیماری کی وجہ سے آپ کو تکلیف بھی ہوتی تو بھی کسی ملنے والے پر ظاہر نہیں ہونے دیتے ۔ اور انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے ساتھ مصروف گفتگو رہتے ۔

جذبہ تبلیغ | آپ میں تبلیغ و ارشاد کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور ہر وقت آپ کی یہ خواہش ہوتی کہ کسی طرح دین کا ایک مسئلہ لوگوں تک پہنچا دیں ۔ اس صفت میں آپ اپنے شیخ فی التفسیر مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ کے مکمل پیرو تھے ۔ اپنے علاقے میں چھوٹے چھوٹے جلسوں میں باوجود ضعف و پیری اور نقاہت و کمزوری کے شرکت فرماتے ۔ اور اگر گھر پر کچھ مہمان آجاتے تو بھی ان کے ساتھ یہی دینی باتیں ، شریعت مطہرہ کی حکمتیں اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی تلقین ، یہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا ۔

سادگی | آپ انتہائی سادہ مزاج تکلف و تصنع اور ظاہری نام و نمود سے کوسوں دور ۔ امور دینیہ میں عاقل

اور دنیوبہ میں ناواقف۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ :

اہل جنت کی اکثریت سادہ مزاج افراد پر مشتمل ہوگی۔ ایک دفعہ آپ تقریر فرما رہے تھے۔ فرمایا۔ میری طرف متوجہ ہوں۔ دو تین دفعہ یہ بات دہرائی۔ تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہوتے کہ حضرت کونسی عجیب بات بتا رہے ہیں۔ فرمایا کہ آج کل ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔ مجھے تو ایسے لوگوں پر تعجب ہے۔

اعتدال پسندی آج کل افراط و تفریط کا دور ہے۔ چھوٹے چھوٹے مسائل کفر و ایمان کے لئے مدار ٹھہرائے گئے ہیں۔ بندہ اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ ان اختلافات کو دیکھ کر اسلام سے ناواقف شخص کے ذہن میں کس طرح اسلام کی طرف میلان پیدا ہوگا۔ حضرت الشیخ اس قسم کے افراط و تفریط سے ہٹ کر معتدل راہ پر گامزن تھے۔ باوجودیکہ وہ مسئلہ سماع الموتیٰ کے قائل نہ تھے۔ لیکن کبھی اس مسئلہ کو سٹیج کا مسئلہ نہیں بنایا۔ درس میں معمولی اشارہ کرتے کہ ہمارے امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سماع الموتیٰ کے قائل نہیں۔ جب طلبہ آپ سے اس بارے میں سوال کرتے تو فرماتے۔ کہ آپ کی مرضی۔ میں نے تو آپ کو اپنے امام کا قول اور مسلک بتایا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ یہ مسئلہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مختلف فیہا چلا آرہا ہے۔ اس لئے اس میں تشدد سے کام نہیں لینا چاہئے۔

نذر اشک یہ تو حضرت الشیخ کی عادات و خصائل کا ایک اجمالی خاکہ تھا اور اس میں زیادہ تر اپنے مشاہدات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ورنہ حضرت الشیخ ایک مجموعۂ محاسن تھے۔ آپ کی شخصیت کے بہت سے مخفی گوشے ہیں جن کا احاطہ نوک قلم سے نہیں کیا جا سکتا۔ بقول شاعر ؎

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

آج وہ اس دنیائے آب و گل اور کاخ رنگ و بو سے رخصت ہوئے ہیں۔ مقدرات ازلیہ و تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے آپ کی روح مبارک سے اتنا عرض ہے کہ ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

خداوند قدوس آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ اور پسماندگان و تلامذہ پر آپ کے انوار و برکات کا نزول ہو ؎

نذر اشک بے قرار از من پذیر
گریۂ بے اختیار از من پذیر

یا أیتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ٥

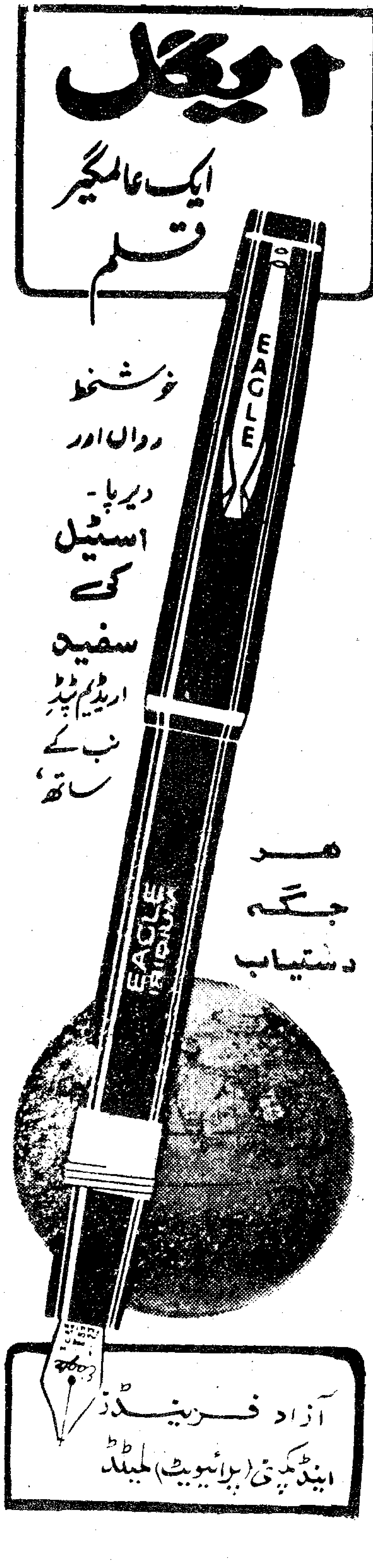
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
EAGLE IRIDIUM
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرنٹس
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ... ۳۰ پاپلین
جمال ... ۵۰ لان
۲- ڈائمنڈ ٹوسر
صنوبر ٹیکس پاپلین
پول کارڈ
سوٹنگ
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
SOHRAB
سہراب

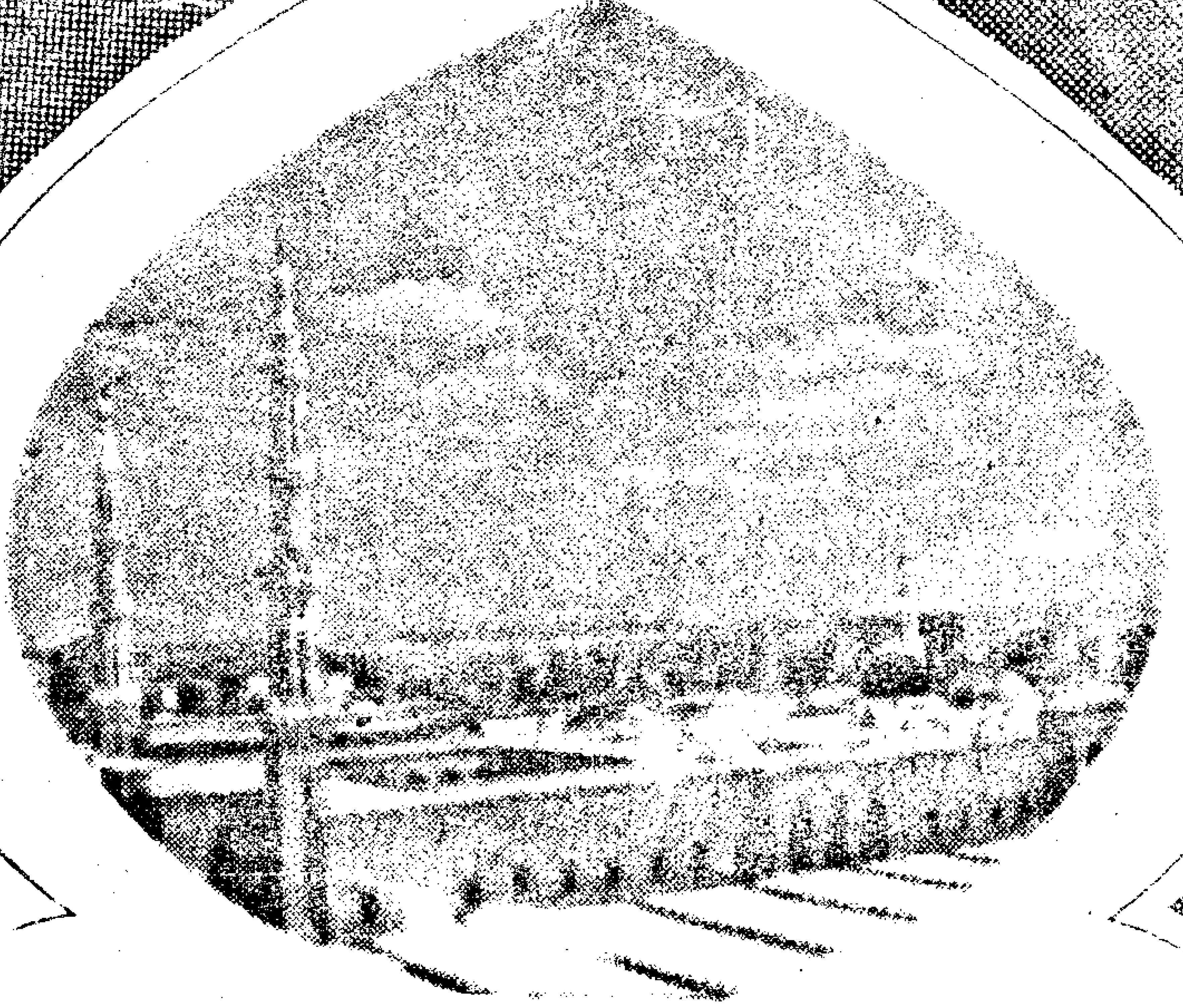

اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو

ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو

PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

[illegible] PAKTOJAC AKORA KHATTAK   TELEPHONES NOWSHERA 440 [illegible]

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED

AKORA KHATTAK [illegible] NOWSHERA
N.W.F.P. [illegible]